

فرد اور اجتماعیت



حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی

www.rahimia.org

فرد اور اجتماعیت
حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی
شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن
اگست ۱۹۹۲ء

نام پمفلٹ:
مؤلف:
ناشر:
طبع اول:
قیمت:

فہرستِ مضامین

- حرفِ اول
 مادی اجسام کی دو اقسام
 انسانی اجتماع کی حیثیت
 امتی و قومی وحدت
 اجتماعی نفع و نقصان
 اخوتِ عام کا نظریہ
 نظریہ وطنیت و قومیت کی دعوت
 اسلام اور اخوتِ عام
 اقوامِ متحدہ کی حقیقت
 انسان اور تمدن

حرفِ اول

گرد و پیش کے مشاہدے و مطالعہ سے دنیاوی نظام میں اجتماعی عمل کی فوقیت کی اہمیت کا اندازہ لگانا چنداں دشوار نہیں، لیکن اس کے باوجود اس دنیا میں ایسے نظریات منظر عام پر آئے جو اجتماعیت کے مقابلے میں انفرادیت کو بالادستی عطا کرتے ہیں۔ اور یہ کسی غلط فہمی سے زیادہ کج روی کا نتیجہ ہے، کیونکہ ناجائز ذرائع سے معاشرے پر اثر انداز ہونے والے طبقات نے اپنی سیدہ زوری کو سپر فراہم کرنے کیلئے انفرادیت پسندی اور گروہیت پرستی کے نظریات ایجاد کئے اور یوں باقاعدہ طور پر اجتماعیت و انفرادیت کے نظریات باہمی متصادم ہوئے۔

ان نظریات کو علمی موٹوگافیوں سے قطع نظر اصول فطرت کے حوالہ سے جانچا اور پرکھا جائے تو یقیناً اجتماعیت کا نظریہ اپنا مقدمہ کاسیابی کے ساتھ پیش کرے گا، کیونکہ یہ نظریہ انسانیت کا ترجمان ہے، جبکہ اس نظریہ احرار نے معاشرے کو جن مصائب و آلام میں مبتلا کیا ہے، ان کی فہرست خاصی طویل ہے، اسمیں خود غرضی، مفاد پرستی، سرمایہ پرستی، نسل پرستی، فرقہ واریت، جمود و بے شعوری، جہالت و تنگ نظری جیسے بے شمار تخریبی عناصر و عوامل سامنے آتے ہیں۔

زیر نظر پمفلٹ حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی کی تحریر پر مشتمل ہے، جسمیں انہوں نے فرد اور اجتماعیت کے اس کئی جہتی موضوع پر اپنے انداز سے بحث کی ہے، جسکی روشنی میں ہمیں اپنی سوچ کے خطوط درست کرنے میں کافی رہنمائی مل سکتی ہے۔

چیسر میں

فرد اور اجتماعیت

مادی اجسام کی دو اقسام

انسان کے کسی حصہ جسم میں اگر کوئی تکلیف ہو جاتی ہے تو اس کا درد صرف اسی مخصوص حصہ تک محدود نہیں رہتا بلکہ تمام "جسم" درد کی تکلیف محسوس کرنے لگتا ہے۔ اور جب کبھی اس تکلیف کی انتہا موت پر ہوتی ہے تو جسم کے تمام اعضاء کی زندگی ختم ہو جاتی ہے یہ کیوں؟ اس لئے کہ جسم کے تمام اعضاء کے باہم ایسا زبردست تعلق کہ ایک مصیبت سے تمام جسم کا متاثر ہونا ضروری ہو جاتا ہے۔

اس کے مقابلہ میں سنگ و خشت کو لیجئے ان کے اجزاء کے درمیان کوئی رابطہ اور تعلق نہیں ہوتا اور ایک پتھر پر اگر کوئی حادثہ گذر جاتا ہے تو باقی حصہ پر اس کا مطلق اثر نہیں پڑتا حتیٰ کہ ہم اگر ان میں سے ایک کو لے کر ریزہ ریزہ بھی کر دیں تو اس کا اثر اس ایک کے علاوہ کسی دوسرے پر کچھ نہیں ہوگا۔

ان دونوں قسموں میں سے پہلی قسم مثلاً انسان، حیوان، نباتات کو "جسم عضوی" کہا جاتا ہے اور دوسری قسم مثلاً پتھر، اینٹ و غیرہ (جمادات) کو "جسم غیر عضوی" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

انسانی اجتماع کی حیثیت

اب سوال یہ ہے کہ ان مادی اجسام کی طرح انسانی جماعتوں "مثلاً کنبہ، برادری، جرگہ اور قوم کے جو اجتماعی جسم ہیں وہ مسطورہ بالا ہر دو اقسام میں سے کس قسم میں شامل ہیں؟

معمولی غور و فکر کے بعد اس کا جواب ہم خود اپنے اندر سے یہ پاتے ہیں کہ یہ اجتماعی اجسام بے شبہ "جسم عضوی" میں داخل ہیں اس لئے ان میں سے چھوٹی

سے چھوٹی جماعت کے اجزاء کی تحلیل کرنے سے یہ اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے کہ افراد جماعت کو جماعت کے ساتھ اور جماعت کو افراد جماعت کے ساتھ وہی علاقہ ہے جو جسم عضوی اور اس کے عضاء کے درمیان پایا جاتا ہے یعنی جماعت کا وجود افراد جماعت پر موقوف ہے اور افراد جماعت میں سے ہر فرد کا نفع و نقصان جماعت کے نفع و نقصان پر اثر انداز ہے اور دونوں اس طرح ایک دوسرے کے سہارے پر قائم ہیں اب اسی طرح چھوٹی جماعتوں سے درجہ بدرجہ بڑھی جماعتوں تک نظر ڈالیے تو آپ خود اس کا اندازہ کر سکتے ہیں مثلاً ان میں سے سب سے چھوٹی جماعت "کنبہ" ہے۔ یہ والدین، اولاد اور قریبی اعزہ سے بنتی ہے ان میں سے ہر ایک فرد کا معاملہ باقی افراد کے ساتھ باہمی اعتماد پر قائم ہے اور پوری جماعت جماعتی حیثیت سے ہر فرد کی خدمت گزار ہے اور ہر فرد فرد کی حیثیت سے جماعت کا خادم ہے۔

اولاد کا کھانے، پہننے، رہنے، سنے اور پائی و سترائی میں والدین پر بھروسہ کا معاملہ تو ظاہر ہے لیکن والدین بھی اپنے بڑھاپے یا حاجت کے وقت اولاد پر بھروسہ کرنے پر مجبور ہیں۔ ان کی مسرت و شادمانی کے لئے سب سے زیادہ اہمیت اور سب سے زیادہ قدر و قیمت اس "سعادت مندی" کو حاصل ہے جو اپنے متعلق وہ اولاد میں پاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ ہماری محبت اور نیاز مندی کیلئے دل و جان سے آمادہ ہے۔

در حقیقت زبان یا عمل کے ذریعے اولاد کا اپنے والدین کی شکرگذاری کرنا اور اعتراف محبت پدری و مادری کا ایسا ثبوت پیش کرنا کہ جس کی بدولت والدین کے دل میں بے اندازہ مسرت و شادمانی پیدا ہو، والدین کی حاجتوں اور آرزوؤں میں سب سے بڑھی حاجت اور آرزو ہے۔ اور اولاد کے باہمی افراد کے تعلق کو بھی اگر بہ نظر غور دیکھا جائے تو ہر بچہ دوسرے بچوں پر اثر انداز اور اسی دوسرے سے متاثر پایا جائے گا اور اگر کوئی انسان شروع ہی سے اس جماعتی زندگی سے الگ

"بھوزے" میں پرورش پالنے اور گوشہ کثیر بنا رہے تو اس کی زندگی حیوان سنسن کی طرح "گوئیگی" ہوگی، کیونکہ ہر بچہ اپنے بھائی بہن (وغیرہ) ہی سے مختلف پہلوؤں میں باہمی شرکت کی تعلیم حاصل کرتا اور لینے دینے کے طریقہ کو سیکھتا ہے۔ اسے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس کے ذمہ ضروری ہے کہ جب کسی سے مانگے تو کسی کو دے بھی، اور یہ کہ اپنی بعض محبوب چیزوں کو نظر انداز بھی کر دے اور یہ کہ باہم ایک دوسرے کی نصرت و مدد کا طریقہ ضروری ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ اس کائنات میں عموماً قومی ضعیف کی، اور بڑا چھوٹے کی مدد کیا کرتا ہے اور جس قدر بھی جس کی قدرت اور امکان میں ہے اپنی مدد دوسروں کو پہنچاتا ہے۔

اسی طرح "کنبہ کی جماعتی حیثیت" کا معاملہ ہے اس میں بھی جسم عضوی کے امتیازات نمایاں اور روشن نظر آتے ہیں کہ اگر ایک کو بھی کوئی مضرت پہنچ جاتی ہے تو تمام اعضاء درد مند ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک لڑکا بد طینت ہو جائے تو وہ سارے کنبہ کو "سعادت و خوش بختی" سے محروم کر دیتا ہے یا اگر باپ خرابی یا جواری ہو تو اس کی یہ بد خصلت پورے کنبہ کی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے اور تمام کنبہ کی معاشرت کو تنگ اور گھر کے پورے مالی و انتظامی نظام کو درہم برہم کر دیتی ہے اور ایک جاہل "ماں" سارے کنبہ پر اپنی جہالت کا اثر ڈالتی ہے، اسی لئے بہت سے بچے محض ماں کی جہالت کی بدولت مصیبت اور پیدائشی خرابی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ یہی حال ان جماعتوں کا ہے جو "کنبہ" سے بڑھی اور مرتبہ کے اعتبار سے اس سے زیادہ وزنی ہیں۔ مثلاً مدرسہ یہاں طلبہ، مدرسین، عملہ، یہ سب ایک "جسم عضوی" ہیں ان میں ہر شخص اپنے شخصی عمل سے مدرسہ کی عظمت کو بلند بھی کر سکتا ہے اور پست بھی کیونکہ لوگوں کے ذہنوں میں "مدرسہ کا نقشہ" یا اس کی قدر و قیمت کا اندازہ اس کے افراد کی سیرت و خصلت کے پیش نظر ہی قائم ہو سکتا ہے۔

یہی حال ایک جماعت یا گروہ کا ہے کہ اگر اس کا ایک فرد کوئی نمایاں کام

کر زرتا اور عظیم الشان کارنامہ کر دکھاتا تو وہ ساری جماعت اور پورے "جرگہ" کی قدر و قیمت بڑھادیتا ہے اور جس کے مرتبہ کو منزل معراج تک پہنچا دیتا ہے اور اگر ایک فرد سے بھی دنائت کا کام سرزد ہو جاتا ہے تو سارا "جرگہ" ذلیل اور پوری "جماعت" بے آبرو ہو جاتی ہے مشہور مثل ہے ایک مردہ مچھلی تمام تالاب کو گندہ کر دیتی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مدرسہ یا جماعت کی اصل قدر و قیمت خود اس کے افراد کے اعمال کی پونجی ہے جو ان سے صادر ہوتے رہتے ہیں۔

امتی و قومی وحدت

ان تمام اجتماعی طلاقوں میں "امت یا قوم" ایک بڑا علاقہ ہے اور یہ ایسا "جسم عضوی" ہے کہ اکثر "زبان" یا "دین" ان دو اعتباروں سے اس میں وحدت کا علاقہ پیدا ہوتا ہے اور اس لحاظ سے ان پر ایک ہی قانون نافذ ہوتا ہے اور اس کے تمام افراد نفع و نقصان میں مشترک ہوتے ہیں۔

مثلاً مصری قوم یہاں اعتدال کے ساتھ "نیل" بہتا ہے اور تمام مصری اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور سال میں ایک مرتبہ روٹی کی بہترین کاشت ہوتی ہے اور وہ اچھی قیمت پر فروخت ہوتی ہے اور کاشت کاروں کو اس سے اچھی رفاہیت حاصل ہے اس لئے سارے مصر میں خوشحالی کی گرم بازاری ہے تاجر کو کاشت کاروں کے ہاتھ "مال" فروخت کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ زمیندار کو اپنے لگان وصول کرنے اور حکومت کو لگان حاصل کرنے میں کوئی دشواری حاصل نہیں ہوتی اور باہمی لین دین میں بھی خوب سہولت رہتی ہے پھر "زمیندار" اپنے لگان پر قبضہ کرنے کے بعد مکان تعمیر کرتے اور غیر آباد زمینوں کو آباد کرتے ہیں اور ان سے معمار، بڑھئی، وغیرہ اور پھر ان سے دوسرے پیشہ ور اور کاروباری آدمی فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہ سلسلہ پورے ملک میں اسی طرح چلتا رہتا اور افراد ملک کو خوشحال رکھتا ہے۔

اور قوم کے فوائد اور نقصان میں مشترک ہونے کی سب سے بہتر مثال جغرافیائی مثال ہے مثلاً یہ کہ "خزان السوان" جو مصری حدود میں ایک "مقام" (ڈیم) ہے وہ اہل مصر کی فلاح و بہبود میں بہت زیادہ اثر انداز ہے اہل مصر کو جس قدر پانی کی ضرورت ہوتی ہے یہیں سے حسب حاجت تمام اطراف و اکناف کو پانی ملتا ہے اب اگر یہ منہدم ہو جائے اور کام نہ دے تو تمام مصری علاقہ کو سخت نقصان پہنچ جائے۔ اسی طرح بڑے مدارس، کالج و یونیورسٹی جو قاہرہ میں قائم ہیں وہ فقط قاہرہ کے فائدہ ہی کے لئے نہیں قائم کئے گئے بلکہ تمام مصری قوم کے نفع کے لئے ہیں اور ان میں تمام مصر کے بچے تعلیم پانے آتے ہیں۔ تم اس سلسلہ میں "مزدوروں" کی مجالس ہی کو دیکھو مثلاً ریلوے ملازم یونین، مل مزدور یونین وغیرہ کہ یہ جب کسی بات پر ہڑتال کر دیتے ہیں تو اس وقت کتنے کام معطل ہو جاتے اور کس قدر مخلوق نقصان میں پڑ جاتی ہے؟

اجتماعی نفع و نقصان

اس گذشتہ مثال میں یہ بھی کبھ دینا بے جا نہ ہوگا کہ امت یا قوم کو اپنے افراد کی بہت بڑی تعداد سے اس وقت سخت سے سخت نقصان بھی پہنچ جاتا ہے جب کہ وہ فضول کاموں میں مشغول رہتے گندہ و بودار کوچہ و گلی میں آباد ہوتے ہیں جہاں نہ صاف ہوا کا گذر ہے اور نہ سورج کی شعاعیں اس کی خراب فضا کو صاف کرتی ہیں اور اس بناء پر ان کی تندرستیاں خراب اور عمریں کم ہو جاتی ہیں اور بچپانگی اور ناکردگی ان پر اس طرح چھا جاتی ہے کہ وہ اپنے کاموں کو اچھی طرح انجام نہیں دے سکتے اور ان میں کا اکثر حصہ قوم کے لئے "بار" ہو جاتا ہے۔ دراصل ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک مریض اور عاجز عضو زندہ جسم میں خرابی پیدا کر دیتا ہے نیز جس قوم میں شرابی، جواری یا جاہل زیادہ ہوں اس قوم کے "قومی جسم" کو ہرگز ہرگز صحیح اور تندرست نہیں کہا جاسکتا، اور وہ ہر وقت خطرہ میں گرفتار ہے کیونکہ

جس طرح جسم کا ہر عضو اس کو فائدہ یا نقصان پہنچاتا ہے قوم اور امت کا جسم بھی اپنے افراد سے اسی طرح نفع و نقصان حاصل کرتا ہے مثلاً طلبہ اپنی قوم کے مال اور اسکی جدوجہد سے اس لئے فائدہ اٹھاتے ہیں کہ کل ان کے علم و عمل سے ان کی قوم فائدہ اٹھائے گی اور یہی حال تمام کارکنوں کا ہے۔ مدرسین، تاجر، کاشت کار، بڑھئی وغیرہ سب قوم کے اجزاء ہیں جو اس کے جسم کو بناتے اور سنوارتے ہیں اور قوم کے عضو کا ہر فرد قوم کے نفع و نقصان پر اثر انداز ہے پس ایک اچھا استاد اپنے تمام شاگردوں میں اخلاقِ صالح کی روح پھونک دیتا اور نیکی سے قریب تر کر دیتا ہے اور پھر ان کی تقلید دوسرے کرتے ہیں۔

اسی طرح منصف حاکم لوگوں میں انصاف پھیلاتا ہے اور لوگ اپنے حقوق کے بارہ میں مطمئن نظر آتے ہیں اور صاحب حق کو یہ یقین رہتا ہے کہ وہ اپنی داد رسی کو ضرور پہنچے گا اور مجرم جرم کی سزاؤں کا خیاں کر کے جرم پر جرات کرنے سے باز رہے گا اور ہر ایک کاروباری اپنے کام میں زیادہ سے زیادہ محنت اس توقع پر کرے گا کہ اس کو اس کی محنت کا صلہ خاطر خواہ ملے گا اور اگر کسی نے بھی اس کے حق کو غصب کیا تو حاکم اس کی جانب سے کفیل موجود ہے۔ اس کے برعکس اسی طرح برے استاد اور راشی حاکم کے معاملہ کو دیکھتے غرض انسان کسی طرح اثر سے خالی نہیں ہے خواہ ہماری آنکھیں اس کو نہ دیکھ سکیں تم ایک بال کے سایہ کو نہیں دیکھتے اگرچہ وہ ضرور ہوتا ہے لیکن اگر اسی کے ساتھ چند بال اور جمع کر کے دیکھو تو پھر سایہ صاف نمایاں نظر آنے لگتا ہے۔ اور یہ اثر انسان کے اچھے اور برے اعمال کے مختلف درجات کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اور قوم کی ترقی کا "پیمانہ" اس کے افراد کے مجموعہ اعمال کے اعتبار ہی سے بنتا ہے۔

اخوت عام کا نظریہ

علم کے اس دورِ آسز میں تو علماء کی بحث و فکر ترقی و کمال کے اس درجہ معراج تک پہنچ گئی ہے کہ اب ان کی وسعتِ نظر نے "اخوتِ عام" کے نظریہ کو

ضروری قرار دے دیا ہے یعنی ان کے نزدیک "تمام عالم انسانی" جنس، رنگ و روپ، بول چال اور مذہب کے اختلاف کے باوجود ایک ہی جسم عضوی "انسانیت" کے افراد و اعضاء ہیں اسی لئے ہر ایک قوم، دوسری اقوام پر اپنا اثر ڈالتی ہے اور صنعت و حرفت، تجارت معارف و علوم اور اخلاق میں ایک دوسرے کو متاثر کرتی رہتی ہے۔ اب خود غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے "فلاح و بہبود کے مختلف اسباب" کائنات کے صرف ایک ہی حصہ کو عطا نہیں فرمادے بلکہ ان کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا ہے مثلاً ایک حصہ اگر خام اجناس کیلئے مالدار بنایا ہے تو "کانوں" کے لئے دوسرے حصہ کو اس طرح ایک معادن کی فراوانی رکھتا ہے تو خام اجناس میں دوسروں کا محتاج ہے اور اگر دوسرا خام اجناس کی بنیاد کا مالک ہے تو معادن سے استفادہ کیلئے دوسروں کا دست نگر۔ بہر حال ہر ایک خطہ دوسری قوم اور خطہ سے فائدہ اٹھاتے بھی ہیں اور فائدہ پہنچاتے بھی ہیں ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

"شہری ہو یا دیہاتی" انسان "انسان" کے لئے بنایا گیا ہے خواہ کسی کو اس کی خبر بھی نہ ہو مگر ہر ایک دوسرے کا خدمت گزار ہے"

جنگ عمومی میں کس نے نہیں دیکھا کہ ہر ایک قوم خوالہ وہ غیر جانبدار ہو یا برسر پیکار سخت دشواری و تنگی میں اس لئے مبتلا تھی کہ ہر ایک کو دوسری اقوام کے یہاں کی خبروں کی احتیاج رہتی تھی اور جنگ کی وجہ سے ان کی درآمد و برآمد آسانی کے ساتھ ناممکن ہو گئی تھی۔ اسی حقیقت نے کہ "جنس بشری ایک جسم ہے اور اقوام میں سے ہر قوم اس کا عضو" جنگ کے نظریہ پر بحث کرنے والے علماء کے دماغ میں یہ یقین پیدا کر دیا ہے کہ "جنگ" کامیاب حربہ نہیں ہے کیونکہ اگر جسم کے ایک عضو کو معمول بنا کر دوسرے عضو کی نشوونما کرنا چاہیں تو ہمارا یہ عمل ناکام ثابت ہو گا اسی طرح جنس بشری کے اس جسم کے عضو کو ترقی دینے کیلئے دوسرے عضو کو تباہ کرنا غلط طریق عمل ہے۔ علماء کی یہ جماعت ہر وقت

اس آرزو میں لگی رہتی ہے کہ اقوام کے درمیان سے مخالفانہ اور محاربانہ جذبہ جاتا رہے تاکہ جنگ کے امکانات باقی ہی نہ رہیں، اور اس کیلئے انہوں نے ایک مجلس کی طرح ڈالی ہوئی ہے جو قوموں کے درمیان اسی طرح "باہمی قضایا کو فیصلہ کرے جس طرح" محکمے افراد کے قضایا کو فیصلہ کرتے ہیں "یہی وہ مجلس ہے جو "مجلس اقوام" کے نام سے موسوم ہے ان اہل نظر کا یہ خیال ہے کہ اقوام کے درمیان خصائل و عادات کا طبعی اختلاف ان کے درمیان الفت و محبت پیدا کرنے کے لئے مانع نہیں ہے جس طرح ایک کنبہ کے افراد میں مرد و عورت اور تند و نرم ہونا ان کی "یکتائی" اور ان کے "جسم واحد" ہونے کے منافی نہیں ہے۔

نظریہ وطنیت و قومیت کی دعوت

بائیں ہمہ یہ ارباب نظر باوجود اس نظریہ کے تسلیم کر لینے کے کہ "تمام انسان بمنزلہ جسم واحد ہیں پھر قوموں کو "وطنیت اور قومیت" کے نظریہ کی دعوت دیتے رہتے ہیں اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب تک "اقوام" اصل حقیقت سے جدا رہ کر وطنیت و قومیت کی دعوت دیتی رہیں گی، اس وقت تک کسی ایک قوم کا اپنی وطنیت یا قومیت کو فنا کر دینا خود اپنی تباہی و بربادی کو دعوت دینا ہے اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اول تمام قومیں اصل حقیقت کو سمجھ لیں اور پھر متحد ہو کر ہمیشہ کے لئے اس جذبہ "وطنیت و قومیت" کو ختم کر دیں۔

اسلام اور اخوت عام

مذہبی جانب داری سے الگ ہو کر تاریخ ماضی کے صفحات شاہد ہیں کہ "اخوت عام" کا جو نظریہ آج جدید علمی اکتشافات اور وسعت نظر کا مرہون منت بتایا جاتا ہے وہ ساڑھے تیرہ سو برس پہلے ایک انقلاب آفرین پیغام "اسلام" کے ذریعہ دنیا کے سامنے آچکا ہے اور اس کے علمی دلائل (دلائل قرآنی و حدیثی) کا عملی

زندگی میں بھی بہترین مظاہرہ کیا جا چکا ہے۔ اس نے عام فلاح و بہبود کو جغرافیائی، لسانی اور نسلی حدود میں محدود نہیں رکھا اور اعلان کیا کہ جہاں تک انسانیت کا تعلق ہے اس میں تمام انواع انسانی مساوی ہیں۔ تمام انسان عام انسانی حقوق میں برابر ہیں (حدیث) جو انسانوں کے ساتھ رحم کا برتاؤ نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس بر رحم نہیں کرتا۔ (بخاری)

اس نے قومیت و وطنیت کے ان خدوخال کو تسلیم نہیں کیا جو یورپ کے نظریہ قومیت سے موسوم ہے اس لئے کہ یہ عام خدمت انسانی کے جذبات کو فنا کرتا اور استحصال منافع اور معاشی دستبرد کی خاطر ملکوں اور قوموں کے درمیان نفرت و عداوت اور جنگ و جدل کی طرح ڈالتا ہے۔ اسی لئے اس کے "عالمگیر برادری" کے نظریہ کا اسلوب دعوت اور طریق پیغام اس جدید نظریہ "اخوت عام" سے جدا ہے وہ انسانی اخوت و مساوات کے لئے اعتقاد اور نظام عمل کا ایک مکمل نقشہ پیش کرتا اور تمام دنیا انسانی کو ایک سلک میں منسک ہو جانے کی دعوت دیتا ہے گویا تمام عالم کو ایک نئے انقلاب میں ڈال کر بغض و حسد، بد عملی و بد کرداری جیسے اجتماعی امراض کا قلع قمع کرتا ہے۔ اس کی اخلاقی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ "عالمگیر اخوت" کے پیغام کے لئے "مکارم اخلاق" اور روشن دلائل بہترین اسلحہ ہیں اور یہ کہ "نادی جدل و بیکار" سے یہ مقصد عظیم حاصل نہیں ہو سکتا تاہم وہ اس کو ضروری سمجھتا ہے کہ اس پیغام حق کے لئے جب فتنہ پرور فتنہ پردازیاں کر کے سدا راہ بن جائیں اور تمام ذرائع امن و صلح ان کے اقام و تقسیم میں بیکار اور کند ثابت ہوں تو جس طرح جدام زدہ عضو کو تراش کر جسم انسانی کے باقی اعضاء کو محفوظ کرنا ضروری ہے اسی طرح وحدت اجتماعی کے جسم کے اس فاسد عضو کو "جہاد" کے ذریعہ کاٹ ڈالنا واجب ہے۔ "اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑتے رہو تا آنکہ فتنہ فساد کی جڑ کٹ جائے اور دین سب کا سب اللہ کے واسطے ہی رہ جائے" (یعنی اغراض بے جا کی فتنہ سامانی اس کے درمیان حائل نہ ہو سکے) (انفال) اور جب یہ صورت حال باقی نہ رہے

تو پھر "امن و آسشتی" ہی اصل مقصد ہے۔ اس کی تعلیم میں یہ سب سے بڑا گنا ہے کہ ذاتی مفاد استحصال بالجبر اور جوع الارض کی خاطر حاکمانہ اقتدار کی خاطر ایک قوم، دوسری قوم کو اپنا "رزق" اور "نصیب" سمجھے۔

اقوام متحدہ کی حقیقت

ربا یورپ کے جدید نظریہ "اخوت عام" کی تعلیم کے لئے "مجلس اقوام" کا قیام تو اہل نظر کی نظر میں چند جا برانہ طاقتوں نے مفاد ذاتی اور ضعیف اقوام کو ہضم کرنے کے لئے اس کو قائم کیا ہے اور یہی اس کی عملی زندگی کا نقشہ ہے اور موجودہ یورپ کے جنگی حالات اسی کے شاہد عدل ہیں یہ صحیح نہیں ہے کہ ان معاملات کی بنیاد فلسفہ اخوت عام پر قائم ہے بلکہ اس کی تہ میں صرف ذاتی جذبہ ضرورت اور حاجت کام کر رہا ہے۔ "جماعتوں" اور "افراد" کے درمیان جو نسبت ہے (یعنی جسم اور اعضاء جسم کی سی نسبت) اس کا حال آپ گذشتہ اوراق میں مطالعہ کر چکے ہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ انسان نہ صرف کسی ایک بلکہ بہت سے روابط کے ساتھ ناگزیر طور پر مربوط ہے اور اس طرح وہ اپنے کنبہ کا بھی عضو ہے، شہر و قریہ کا بھی، قوم کا بھی فرد ہے اور پھر تمام انسانی دنیا کا بھی۔

انسان اور تمدن

علماء عقل کا اسی میں اختلاف رہا ہے کہ انسان اپنی جبلت و خلقت سے "بدنی الطبع" ہے یا اس کا ایثار ہے کہ اس نے اپنی مرضی سے بعض ذاتی حقوق اور شخصی آزادی کو دوسروں کے مفاد پر قربان کر دیا ہے۔ اس طرح جماعتی زندگی اختیار کر دیا ہے۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ وہ اپنی مستقل زندگی اور مستقل معیشت رکھتا ہے وہ اپنے ہی لیے جیتتا ہے اور اپنے ہی لیے جدوجہد میں مصروف رہتا ہے لیکن یہ سوچتے اور دیکھتے ہوئے کہ اس کی زندگی کی تکمیل ذاتی و شخصی زندگی سے اتر کر جماعتی زندگی سے ہو سکتی ہے اس نے اپنی مرضی سے اجتماعی زندگی کا

فرد بننا منظور کر لیا تاکہ فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کا لطف اٹھا سکے۔
 دوسری جماعت کا یقین ہے کہ انسان اپنی فطرت میں جماعتی زندگی کا
 محتاج ہے۔ اور بغیر اجتماعیت کے اس کی زندگی ناممکن ہے ہر دو آراء میں سے
 کسی ایک کی ترجیح کا اگرچہ یہاں موقعہ نہیں ہے تاہم یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ
 انسانیت کی تاریخ اس کی شاہد ہے کہ انسان قدیم سے "مدنی الطبع" اور "جماعتی
 زندگی کا خوگر" ہے اور ہر ایک فرد انسان دوسروں کی زندگی پر اثر انداز بھی ہے
 اور اس سے متاثر بھی۔ نیز "فرد" اپنی ہر متعلقہ شے مثلاً خوراک، لباس، مکان، علم اور
 خلق میں جماعت کا محتاج نظر آتا ہے اور اگر اس سے وہ تمام علائق حذف کر دیئے
 جائیں جو جماعت کی بدولت اس کو حاصل ہوتے ہیں تو پھر اس کے پاس کچھ بھی
 باقی نہیں رہ جاتا بلکہ اس کا جسم عقل اور خلق جیسے اہم عطیات بھی خالق کائنات
 نے اس کو جماعتی علائق کے لئے ہی عطا فرمائے ہیں اور یہ سب جماعتی زندگی ہی
 کے اثرات ہیں اور یقیناً ابن طفیل نے اپنے رسالہ "حی بن یقظان" میں بہت سخت
 غلطی کی ہے جو یہ بیان کیا کہ:

حی نے فکر و غور کے ذریعہ کائنات کے بھید خود بخود معلوم کئے اور الہات کے
 باریک مسائل کو بذات خود حل کر لیا۔

ابن طفیل نے یہ خیال نہ کیا کہ یہ "مسائل" بغیر سیکھے نہیں آسکتے اور تعلیم
 و تعلم "اجتماعی زندگی" کے بغیر ناممکن ہے بعینہ اسی غلطی میں "ویفو" اپنی کتاب
 "روبنسن کروسو" میں مبتلا ہوا اور سخت ٹھوکر کھائی اس لئے کہ جس طرح ایک عضو
 جب جسم سے کٹ کر الگ ہو جاتا ہے تو بے جان ہو جاتا ہے مثلاً ہاتھ کا جسم سے
 الگ ہو جانا یا پتہ کا درخت سے جدا ہو جانا اسی طرح انسان جب اپنی جماعت
 (اجتماعیت) سے الگ ہو جاتا ہے تو فنا ہو جاتا ہے اور اس کی کوئی قیمت نہیں
 رہتی کیونکہ انسان کے اعمال، اغراض، اور عادات کی "جماعتی زندگی" کے بغیر
 کہہ کر قیمت ہی نہیں ہے۔ بنا برس "سجائی" کا خیر ہونا اور جھوٹ کا شر ہونا اس

وقت تک کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا جب تک کہ وہ ایسے انسان سے وابستہ نہ ہو جو جماعتی زندگی بسر کرتا ہے اور اگر یہ نہیں تو پھر کوئی خیر "خیر" نہیں اور کوئی شر "شر" نہیں ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ گہری نظر سے ہم کام لیں تو ہم کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ اگر انسان "جماعتی زندگی" سے الگ رہنا بھی چاہے تو یہ اس کے امکان سے باہر ہے اور اگر وہ اسکا قصد کرے تو "موت اور زندگی" کے لئے جو امداد اس کو جماعتی زندگی سے حاصل ہو سکتی تھی اس سے وہ قطعاً محروم ہو جائے گا فرد پر جماعت کی فضیلت کے لئے یہ مختصر مگر شافی بحث حقیقت کی آئینہ دار ہے اور ان دونوں کے باہمی روابط و علاقہ کی تفصیل کی ذمہ دار لہذا افراد کیلئے از بس ضروری ہے کہ وہ جماعت کی فلاح و خیر کی سعی میں تباہ مقدور گامزن رہیں اور اس کے احسانات کا نعم البدل دینے کے لئے ہمہ تن سرگرم عمل بنیں۔